CALL No. ٨٩١٤٢٣١
لا۱۳ل

ACC. NO. ٢٠٢٨

AUTHOR ٥/٩٣٨ لطیفی۔ .

TITLE لطیفیات

MAULANA AZAD LIBRARY

ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-book and 10 Paise per volume per day for general books kept over due.

لطیفیات

لطیفی بی۔اے

لطیفیات

یعنی

جناب شیخ محمد حسن صاحب لطیفی بی۔ اے

کے

شاعرانہ جذبات اور مضامین کا مجموعہ

جسکو

مصنف موصوف کی اجازت

سے

محمود علی عارف

نے

رفیق عام پریس لاہور میں باہتمام میاں محمد صدیق پرنٹر چھپوا کر

جولائی ۱۹۲۸ء میں

شائع کیا

تعداد جلد ۱۰۰۰

قیمت فی جلد ایک روپیہ

نذر

میں

یہ اوراق

میاں غلام علی خان صاحب جھجھ

بی۔اے۔ایل ایل بی۔پی سی ایس

سب جج بہادر منٹگمری

کے

نام نامی پر معنون کرتا ہوں

"لطیفی"

اقبال گنج لودھیانہ
یکم جولائی ۱۹۳۸ء

ترتیب

صفحہ	عنوان	شمار
۵	مقدمہ	
۱۴	لطیفی	۱
۱۷	دورُخ	۲
۱۸	تخیّل اور عمل	۳
۲۰	آغاز وصال	۴
۲۲	شورِ فریاد گرفتار رمز ابیر نہیں	۵
۲۳	بازگشت	۶
۳۲	خمود مرگ سے ناآشنا ہے سوزِ جاں میرا	۷
۳۳	حوادثِ زندگی	۸
۴۵	لالۂ صحرائی	۹
۴۶	مشرق	۱۰

۱۱	غنچۂ امید	۴۸
۱۲	جارج اور سارہ گرین	۴۹
۱۳	دورنگیٔ عالم	۵۳
۱۴	جوشِ مجاہدانہ	۵۵
۱۵	ہلالِ عید	۵۶
۱۶	فطرت نغمہ زا نزاز خمہ جہاں نواز ہے ..	۵۷
۱۷	ساون	۵۸
۱۸	فاش رُخ سے رازِ پنہاں ہوگیا	۶۰
۱۹	نغمۂ انتظار	۶۲
۲۰	نمودِ شب	۶۴
۲۱	بیداری	۶۵
۲۲	سینے میں چھپنے والے سے	۶۸
۲۳	تارے	۷۰
۲۴	آوارۂ طوفان کو سنورنا نہیں آتا ...	۷۱
۲۵	قوّتِ الفاظ	۷۲

مقدمہ

از

جناب خان اصغر حسین خان صاحب نظیر مدظلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیرِ "دانا" توڑ دیگا حلقۂ اوہام کو
طفلِ "ناداں" رازدارِ کن فکاں ہو جائیگا
(نظیر)

میرے محترم کرمفرما جناب شیخ محمد حسین صاحب لطیفی۔ بی۔اے۔ ہمارے شہر لودھیانہ کے ایک مشہور تاجر خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ پچھلے سال گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ اور اب دارالعلوم علیگڑھ میں ایم۔اے کی تعلیم پا رہے ہیں +

آپ کی جذبات پرور طبیعت کو شعر و سخن سے ایک خاص لگاؤ ہے۔ اور یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ آپ کی شاعری کی عمر سات آٹھ سال سے زیادہ نہیں۔ آپ نے اِس تھوڑے سے عرصے میں جہاں تحصیلِ علم میں اپنے دوسرے ہم سنوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے وہاں شاعری میں بھی حیرت زا کمال حاصل کر لیا ہے۔ آپ کا مذاقِ شعر نہایت شستہ اور لطیف ہے۔ آپ کے کلام میں ندرتِ خیال اور شکوہِ الفاظ

ہر جگہ موجود ہے۔ مجھے ذاتی طور سے علم ہے۔ کہ آپ الفاظ کے استعمال میں بہت کاوش اور جانکاہی سے کام لیا کرتے ہیں بعض اوقات ان کے اشعار شگفتہ الفاظ اور نئی نئی تراکیب کی تلاش میں کئی کئی روز تک نامکمل رہتے ہیں۔ اِس نوجوان شاعر کو فطرت کی گہرائیوں کے نادیدہ جلوؤں کو مشتاق نگاہوں کے سامنے انتہائی اضطراب انگیز اور سکوں سوز لباس میں پیش کرنے کا سودا ہے۔ جوش ملیح آبادی کا کلام باعتبار تاثیر و معانی فطرت کی تصویر ہے۔ جناب لطیفی بھی اگرچہ فطرت کی اسی صہبا سے سرشار ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ انداز بیان میں غالب کی تقلید کی گئی ہے اگر نواب مرزا خان صاحب داغ دہلوی علامہ اقبال مدظلہ کے ارشاد کے مطابق درد۔ میر اور مرزا تینوں کا مجموعہ ہیں۔ تو میں کہونگا کہ جناب لطیفی نے جوش ملیح آبادی اور غالب دہلوی کو یکجا جمع کر دیا ہے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں . . . .

ؔ خمودِ مرگ سے ناآشنا ہے سوزِ جاں میرا
میں وہ پروانہ ہوں فوقِ تپش ہی جاوداں میرا
غمِ گیتی کو میں طوفانِ صہبا میں ڈبو دونگا
کہ مجھپر مہرباں ہے آجکل پیرِ مغاں میرا
جھلک پیدا ہوئی شورِ جرس میں نوحہ خوانی کی
حدودِ عشق میں داخل ہوا جبکہ کارواں میرا

ایک غزل میں فرماتے ہیں

ؔ غیرتِ نطق بن گئی ضبطِ خلوص کی نگاہ
اپنی زبانِ خاص میں عشق سخن طراز ہے
منتِ گوش سے سبک جنبشِ لب سے بے نیاز
ایک صدائے بے صدا پردہ کشائے راز ہے
زلف و جبیں کی کشمکش اہلِ چمن سے کہ گئی
صبحِ بہار کیلئے شرطِ شبِ دراز ہے
رخشِ خیالِ یار چل دورِ سکوں گذر چکا
دامنِ رہگذار دل سائلِ ترکتاز ہے

ایک اور غزل ہے ؔ

شورِ فریاد گرفتارِ رمزا میر نہیں
نالہ وہ نغمہ ہے جو رام بم و زیر نہیں
دِل ہوا چاک تو آئی یہ جگر سے آواز
ترکشِ ناز میں کیا اور کوئی تیر نہیں

آپ کو فطری جذبات کے اظہار میں اِس نوعمری کے زمانے میں اس قدر قدرت حاصل ہے کہ سُننے والوں کو کہن سال شاعر کا دھوکا ہوتا ہے مثلاً "ساون" میں کہتے ہیں :۔

دامانِ فلک کی وسعت میں گھنگھور گھٹائیں چھائی ہیں
یا دوشِ ہوا پر حوروں نے بیباک لٹیں لہرائی ہیں
رقصاں ہیں پری چہروں کے سیے گلزار میں کن ارمانوں سے
چھایا ہے سماں موسیقی کا ہر سمت ملار کی تانوں سے
کس طرح جمی جاتی ہے نظر اُف سبزۂ نو کے جوبن پر
دریائے زمرد کا دھوکا ہوتا ہے زمیں کے دامن پر
جنگل میں چمن میں صحرا میں عالم ہے لطیف مستی کا
فطرت نے وہ جادو پھونکا ہے کچھ ہوش نہیں ہے ہستی کا

اِسی طرح "آغازِ وصال"۔ "بازگشت"۔ "تارے" اور "جارج اور سارہ گرین" جذباتِ فطرت کی دلکش تصویریں ہیں۔

فطری شاعر کا ذوقِ شعری ہمیشہ صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کیا کرتا ہے۔ دیکھو جوش جیسا درویش خیال۔ غنا فطرت اور قطعی غیر سیاسی شاعر بھی کہیں کہیں حُبّ وطن اور حُبّ قومی کے ترانے دبی زبان میں الاپ جاتا ہے۔ جناب لطیفی کا دل بھی مقتضائے فطرت اس درد سے ناآشنا نہیں "مشرق" "جوشِ مجاہدانہ"۔ "بیداری" وغیرہ نظموں میں اس درد کا ثبوت ملتا ہے۔

آخر میں میں پھر عرض کرونگا۔ کہ سب سے بڑی چیز جو آپ کے کلام میں نمایاں ہے۔ وہ لفظوں کا انتخاب اور اُن کی نشست ہے۔ ذیل کے اشعار مجھے کبھی نہیں بھولتے

. . . .

. . . .

تیرا پیکر جامِ صہبائے شفق ہے سر بسر
تو ہے تصویرِ طلسمِ غازۂ روئے سحر
رخ سے پردہ ماہ سیما نے ہے سرکایا ہوا
قلزمِ تنشیط سے ہیجان میں آیا ہوا

دل ہوا چاک تو آئی یہ جگر سے آواز
ترکشِ ناز میں کیا اور کوئی تیر نہیں

وادیٔ غم میں لطیفی ہوں میں اطراف نورد
کوکبِ بخت میرا قابلِ تنویر نہیں

عدم میں روحِ جم جسکے لئے بیتاب ہے ابتک
اسی دوشاب سے لبریز ہے رطلِ گراں میرا

ربطِ باہم سے دل آویز ہیں اجزائے بہار
ورنہ یہ گل کدہ بیگانۂ رعنائی ہو

تو مجاہد ہے نہ کر موت کی پروا مشرق
عزمِ بیباک سے ہو معرکہ آرا مشرق

ذرے تو زندہ ہیں مگر روح سکوت آسودہ ہے
نشۂ خوابِ گراں تر سے خمار آلودہ ہے

ع۔ کھینچ رکھا ہے حدودِ مرگ نے ہر سو حصار

ع۔ احتیاجِ نجم راہ آموز سے ہیں بے نیاز

کنارِ غم کو نہیں چارہ جز پذیرائی
خروشِ بحرِ طرب کا پیام آیا ہے

بسبیلِ پیشوائی جو بچھائے دیدہ دل
وہ نیاز کش ہوں میں وہ وفا شعار ہوں میں

ع۔ ہمہ تن خلش بنا دے جسے تلخیٔ خلیدن

ع۔ ہمہ تن تڑپ بنا دے جسے لذتِ تپیدن

کچھ ایسی لالہ چیں ثابت ہوئی خنجر فراموشی
بہار آئی نہ تھی گویا کبھی اپنے گلستاں میں

کاسۂ دریوزہ ہے تیرے مقابل جامِ جم
ننگ آشنا سیدنِ مے ہے مے گلفام جم

اندھیری رات میں تاروں کے جھرمٹ جب چمکتے ہیں
ہزاروں زر نگار آنچل تصور میں جھلکتے ہیں

ایک جگہ ہوائی جہاز کو "محملِ پرّاں" کہا ہے۔
آپ کے اس مجموعہ کا بیشتر حصہ ملک کے مشہور

صحائف و جرائد مثلاً انقلاب سیاست۔ انیس نجات۔ اصلاح۔ نیرنگ خیال۔ عالمگیر۔ راوی جام جہاں نما اور انتخاب وغیرہ میں شائع ہو چکا ہے، اور اب یہ مجموعہ کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ میں سب سے پہلے ہدیہ مبارکباد پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ ملک میں اس مجموعے کی قدر ہو گی۔

خاکسار اصغر حسین نظیر
گورداسپور
مورخہ ۱۷ر جون ۱۹۲۸ء

"لطیفی"

solitoquy

اے لطیفی! اے شہیدِ اشتیاقِ جستجو!
اے اسیرِ حلقۂ موجِ سرابِ آرزو!
اے گرفتارِ فریبِ جلوہ ہائے رنگ و بو!
اے رہینِ انتظارِ گردشِ جام و سبو!
تشنۂ نشو و نما ہے تیری سعئ ناتمام
فرصتِ تکمیل دے اِسکو یہ رہ جائے نہ خام

سلہ خطاب خلوت

LATIFI.

تیری ہستی بربطِ اسرار کی مضراب ہے
تیرے سینے میں نہاں اک گوہرِ نایاب ہے
نوا میں نالہ ہائے طائرِ بیتاب ہے
تیرا قلبِ مضطرب غیرت دہِ سیماب ہے
حیف اے غافل! نہیں مَن زندِ دجادہ تُو
صورتِ خاکِ کنارِ بحر ہے اُفتادہ تو
کاش تیری زندگی ہوتی مثالِ موجِ یم
وہ رواں رہتی ہے جیسے تُو بھی رہتا مجوِ رم
وہ نہیں تھمتی لبِ ساحل اگر کہتا ہے تھم
امتناعِ غیر سے رُکتا نہ تیرا بھی قدم
موجزن رہتا تری رگ رگ میں ویسا ہی خروش
کم نہ ہوتا تیری جدّ و جہد کا ہیجان و جوش

پس حصولِ گوہرِ مقصود گر منظور ہے
چھوڑ دے غفلت اسی میں مدعا مستور ہے
گو ہزاروں مشکلیں ہیں اور منزل دور ہے
طے کئے جا فاصلہ جتنا ترا مقدور ہے
آخرش محنت ثمر لائیگی تیری بیگماں
پست ہوگا تیرے آگے تب فن ازآسماں
ہاں ذرا جوہر دکھا دینا کو تو اے بے خبر
پیش کردے آج اپنے چیر کر قلب و جگر
تیرا پیکر جامِ صہبائے شفق ہے سربسر
تو ہے تصویرِ طلسمِ غازۂ روئے سحر
کسقدر اُف شوخیوں سے پُر تری تحریر ہے
اہلِ دل کیواسطے یہ بُرِّش شمشیر ہے

([illegible])

دوزخ

(ماخوذ از "آئی پی ایم")

(۱)

آہ! جب زن سے نہ ہو وابستہ مرد
کیا ہے وہ جز نیمۂ بے ربطِ زوج
آہ! وہ سُنبک ہے وہ مایوس فرد
جو کہ بن چپّو ہو صیدِ دامِ موج

(۲)

اور رہی لیکن ہے وہ اندازِ یاس
جس کا مظہر ہو کوئی جانِ لطیف
یاس سے ہو جائے جو دمسازِ یاس
جب کوئی شوہر نہ ہو اُس کا حلیف

(غیر مطبوعہ)

تخیّل اور عمل

تخیّل کی تیز رفتاری اور سبک پروازی نئے منازل کا انکشاف کرتی ہے تخیّل کی رسائی اُن بلندیوں پر نشیمن بناتی ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے عملی دنیا کو تخیّل کے نقوش قدم پر مدتوں گامزن ہونا پڑتا ہے۔

تخیّل زمانۂ حال سے کوسوں آگے نکل کر مستقبل سے عملی دنیا کو آواز دیتا ہے

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ
(اقبال)

تخیّل کا مصوّر ہنگامِ امروز میں "فردائے منتظر" کا نقشہ کھینچ دیتا ہے اُس کے موقلم سے جو چند انگارے صفحۂ قرطاس پر نمودار ہوتے ہیں۔ اُن سے نگارستانِ آرزو کی بنیادیں قائم ہو جاتی ہیں۔

یہ "محمل پرّاں" جس کو ہوائی جہاز کہا جاتا ہے اپنی تشکیل کے لئے اُن خیال آرائیوں کا شرمندۂ احسان ہے۔ جو بیسویں صدی کے آغاز سے پیشتر ایچ۔ جی۔ ولز اور رڈیارڈ کپلنگ نے پیش کی تھیں۔ "یہ مجلس اقوام" جو یورپ کے لئے سرمایہ غرور رہتی تھیں" کے اُن خیالات کا اُترا ہوا چربہ ہے جو قیامِ مجلس سے تقریباً بیس برس پہلے اُس نے "لاکسلے ہال" میں ظاہر کئے تھے۔ یہ "لاسلکی عکاسی" یعنی بغیر روبرو ہونے کے دور و دراز مقامات کی تصویریں لینے کا یہ ذریعہ جس کے انکشاف پر آج امریکہ نازاں ہے۔ تخیّل کا ایک فرسودہ نقشِ قدم ہے۔

عمل پرستوں کی قدامت پسند عقلیں تخیّل کے اچھوتے مناظر کی دل کشی اور رعنائی کا اندازہ نہیں کرسکتیں۔ اُن کی زنگ آلودہ آنکھیں شاداب وادیوں اور تازہ گلشنوں کے تصوّر سے محروم رہتی ہیں۔ اُن کی بوسیدہ قوتِ سامعہ

نو خیز آبشاروں کے ترنّم سے بکسر بیگانہ ہوتی ہے۔ انہیں کیا معلوم تخیّل کی ہلکی سی چینِ جبیں اوراقِ تاریخ پر ایک بے پناہ شکن کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ نہیں جانتے تخیل کا ایک ادنیٰ سا اشارہ جغرافیہ کی کایا پلٹ سکتا ہے۔ کمالِ تخیل کے درخشاں کارنامے آج تک حروفِ زرّیں میں منقوش ہیں اور ہر شام و سحر اُن میں اضافہ ہوتا رہیگا +

(غیر مطبوعہ)

آغازِ وصال

جذبِ کامل سے مرا دل آج تک بیگانہ تھا
یعنی پائے ناز سے عاری مرا کاشانہ تھا

روح کی گہرائیاں تھیں غم کے چرکوں سے فگار
دامنِ صبر و تحمل ہو چکا تھا تار تار

صبح کو تسکین ملتی تھی نہ راحت شام کو
تلخیاں مدِ نظر تھیں گردشِ ایام کو

یک بیک جنبش میں آیا آسمانِ فتنہ گر
کوکبِ قسمت ہوا رخشندگی سے بہرہ ور

قاصدِ آوارہ پلٹا کامران و کامیاب
نو بہارِ حسن و رعنائی کو لایا ہمرکاب

نقشِ باطل کی طرح عنقا ہوئی افسردگی
نام کو بھی اب نظر آتی نہیں آزردگی

رخ سے پردہ ماہ سیما نے ہے سرکایا ہوا
قلزمِ ننشنبط ہے ہیجان میں آیا ہوا

شورِ فریادِ گرفتارِ مزامیر نہیں

(غزل)

شورِ فریادِ گرفتارِ مزامیر نہیں
نالہ وہ نغمہ ہے جو رامِ بم و زیر نہیں
رفعتِ بامِ اثر خیمہ منائے اپنی
طائرِ دام مرا نالۂ شبگیر نہیں
دل ہوا چاک تو آئی یہ جگر سے آواز
ترکشِ ناز [illegible] گیا اور کوئی تیر نہیں
بے گناہی [illegible] شاید مری ترپ پر صیاد
نیم بسمل [illegible] دل ناوکِ تقصیر نہیں
وادیٔ غم میں لطیفی ہوں میں اطراف نورد
کوکبِ بخت مرا فائزِ تنویر نہیں

بازگشت

ذیل کی نظم انگلستان کے اُس "پیکرِ شعریت" کے جذبات سے ماخوذ ہے جسکو "پرسی بیشی شیلے" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ راقم نے یہ نظم مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے شعبۂ انگریزی کے ہیڈ پروفیسر "رابرٹ فائر بریس" کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اُنہوں نے اسکی نسبت پروفیسر حلیم بی۔اے آنرز (آکسفورڈ) سے رائے دریافت کرنے کے بعد ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء کے ایک مکتوب میں جو حوصلہ افزائی کے الفاظ تحریر کئے تھے وہ بجنسہ نقل کئے جاتے ہیں

"Prof. Haleem tells me that in his opinion this is a deserving piece of work, the versification being neat and the language musical."

"لطیفی"

شیریں صدائیں
رنگیں نوائیں
رقصاں ہی رقصاں ہو جائیں یہاں

جس دم ہوائیں
جوفِ فضائیں
پھر زیر و بم سے نغموں کے دم سے
ہوتا ہے آباد
معمورۂ باد

Music, when soft voices die,

Vibrates in the memory —

بو رس بنفشہ
نیلم کا نقشہ
نکہت سے معمور ہو جائے مستور
جس دم تہِ خاک
پائیں خاشاک
پھر ذکرِ بو ہیں پھر فکرِ بو ہیں
پاتی ہے گلشن
تابِ شمیدن

Odours, when sweet violets sicken,

Live within the sense they quicken.

گلبن کے ازہار
سُرخی سے خونبار
شاداب اور رنگ ہو جائیں بےرنگ

جس دم خزاں سے
لمسِ زباں سے
پھر سج بن کر دفتر کا دفتر
رہتا ہے یکساں
زیبِ شبستاں

Rose leaves, when the rose is dead,

Are heaped for the beloved's bed;

تُو بھی اس انداز

جب نیّرِ ناز

پہنچے سرِ شام پایان و انجام

پھر تیرے آثار

دینگے وہ زنہار

جس میں محبّت جویائے راحت

ہوگی سکوں یاب

آسودۂ خواب

And so thy thoughts, when thou art gone,

Love itself shall slumber on.

"Shelley".

خمودِ مرگ سے نا آشنا ہے سوزِ جاں میرا

(غزل)

خمودِ مرگ سے نا آشنا ہے سوزِ جاں میرا
مَیں وہ پروانہ ہوں ذوقِ تپش ہے جاوداں میرا

غمِ گیتی کو میں طوفانِ صہبا میں ڈبو دونگا
کہ مجھ پر مہرباں ہے آجکل پیرِ مغاں میرا

عدم میں رُوحِ جم جس کے لئے بیتاب ہے اب تک
اُسی دوشاب سے لبریز ہے رطلِ گراں میرا

جھلک پیدا ہوئی شورِ جرس میں نوحہ خوانی کی
حدودِ عشق میں داخل ہوا جب کارواں میرا

منائیں رنگ رلیاں اور اُڑائے مَیں نے گلچھرے
رہا جب تک لطیفی شاخِ گُل پر آشیاں میرا

([illegible])

حوادثِ زندگی

ماخوذ از "جارج رابے"

"زندگی کے درمیان ہوتے ہوئے ہم موت کے منہ میں ہیں"۔ میں نے کہا "کتنا سچ ہے!"

"جارج کیا معاملہ ہے؟ کیا تم بیمار ہو؟" میری بیوی نے پوچھا۔

"میری پیاری میں بالکل تندرست ہوں" میں نے جواب دیا "لیکن میں ابھی سکاٹ لینڈ کے یتیموں کے جسم و جان کی ضامن مجلس کا اشتہار پڑھ رہا تھا اور اس نے مجھے سنجیدگی سے غور کی طرف مائل کر دیا ہے۔ جیسے کہ ہم پیرس میں کہتے ہیں۔ لوگ کتنے غافل واقع ہوئے ہیں" میں نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا درحالیکہ میرا دل حسرت خیز خیالات سے بھرا تھا جو مذکورہ بالا اعلان کے مطالعہ سے پیدا ہو گئے تھے "ہم کتنے غافل واقع ہوئے ہیں الخ"

خوفناک خطرات سے جن میں ہم دن کے معمولی مشغلے اور تفریحیں انجام دیتے ہوئے پڑ جاتے ہیں! اور ہمیں خیال تک نہیں آتا ـــــ" میں ایک دم رُک گیا۔

"کیوں نہ کلک، پرکنز اور ڈوپینی کو بُلایا جائے" میں نے کہا، "اور پھر میں تم سب کے جمع ہونے پر کہونگا"

"جارج کس لئے" میری بیوی نے پُوچھا۔

"اس لئے کہ میں تم سب کی زندگیوں کا بیمہ کرانا چاہتا ہوں" میں نے جواب دیا "تمہاری۔ اپنی بچوں کی اور کنیزوں کی! اور چونکہ مجھے توقع رکھنی چاہیئے کہ کنیزیں اپنی منفعت کا نصف حصہ خود ادا کرینگی میں اس کو جائز خیال کرتا ہوں کہ یہ معاملہ اُن کے سامنے صاف اور سادہ الفاظ میں پیش کر دوں"

"جارج! بہتر ہے نہ کنیزوں کو نظر انداز کر دو" میری بیوی نے کہا۔

"بالکل نہیں" میں نے سختی سے جواب دیا "یہ میرا

فرض ہے کہ جو کار آمد تدبیریں میں اس گھر کے لئے پسند
کروں اُن سے کنیزیں بھی فائدہ اٹھائیں۔ اور جب میں اُن
سے باتیں کر چکونگا۔ تمہیں یقین رکھنا چاہیئے وہ اتنی
خوش ہونگی کہ اپنا حصہ ادا کر دینگی"
"خیر پیارے تم ہمیشہ بہتر سمجھتے ہو!" میری بیوی نے
کہا جبکہ اُس نے گھنٹی بجائی۔
نک، پرکنزا و ٹوبنی اپنی اپنی جگہ آ کر بیٹھی ہی تھیں
کہ میں نے اطمینان اور نرمی سے اُن کو سمجھا دیا کہ اُن کو
کیوں بلایا گیا ہے؟
"زندگی کے درمیان ہوتے ہوئے ہم موت کے
منہ میں ہیں" میں نے دہرایا۔
اور پھر میں اُن کو اُن مہیب خطرات سے جن میں ہم
اپنی عمر میں ہر وقت مبتلا ہو جاتے ہیں خواہ ہمیں مبتلا
ہونے کی ذرا سی بھی توقع نہ ہو خبردار کرنے لگا۔
"کیا تم سمجھتے ہو" میں نے کہا "ایک بڑے شہر کا صرف

ایک دن وسط افریقہ کے پورے ایک سال سے زیادہ خطرے سامنے لاتا ہے"

"تجھے پر برکت ہو" کک نے چلا کر سہمی ہوئی آواز سے کہا "جناب! آپ ایسا تو نہیں کہتے!"

"میں ایسا ہی کہتا ہوں" میں نے جواب دیا "اور میں چاہتا ہوں کہ تم اسے سمجھو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم محسوس کرو کہ جس لمحے سے صبح کو تم بیدار ہوتی ہو اس وقت تک جبکہ تم بستر پر دراز ہوتی ہو تمہاری زندگی بال بال بچنے رہنے کا ایک مستقل سلسلہ ہے۔"

"کیا خوب!" پرکنز نے تعجب سے کہا۔

"سوچو" میں نے کہا "سوچو تو ایک لمحہ کے لئے اپنے گھر کے فرائض کی معمولی انجام دہی کے دوران میں تمہیں کیا کچھ پیش آسکتا ہے؟ مثلاً صبح سات بجے بیدار ہوتے پر تم خوشی خوشی اپنے بستر سے کود پڑتی ہو"

"جارج تم تو یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ تمام حوادث بھلائی

کے لئے ہیں" میری بیوی بڑبڑائی۔
گگ، پرکنز اور ٹوبی کچھ گھبرائی سی دکھائی دیں مگر خاموش رہیں۔

"صبح سات بجے،" میں نے مکرر کہا "یا پس و پیش، تم خوشی خوشی یا دوسری صورت میں بستروں سے کود پڑتی ہو۔ ممکن ہے کہ تمہاری توشک کھسک جائے۔ تمہارے پاؤں پھسل جائیں تمہارا سر تمہاری چارپائی کے آہنی پایہ یا سامان کے کسی تیز ٹکڑے سے جا ٹکرائے۔ اچھا پھر تم اپنا کام کاج شروع کر دیتی ہو تو نئے سوانح تمہارے منتظر ہوتے ہیں! تم غسل کرتی ہو ——"

"جارج! ان کا حوصلہ نہ توڑو،" میری بیوی نے میرے کان میں کہا۔

"جب تم غسل کرتی ہو،" میں نے مداخلت کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا "بالکل ممکن ہے چھت کا کوئی حصہ تمہارے سر پر آگرے۔ اگر تم بھاگ نکلو کون کہہ سکتا ہے

کہ تمہیں ایسی حالت میسر آسکیگی کہ اپنے کپڑے پہن سکو؟
ایک خراش جو ایک لاپروائی سے لگی ہوئی کیل سے حاصل ہو خون کی سمیت یا جبڑا بند کرنے کا سبب بن جائے یا ممکن ہے تم اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی ہو تمہاری کنگھی کسی سریع الاحتراق شئے کی بنی ہوئی ہے تم کسی ہوا کی ٹونٹی یا جلتی ہوئی موم بتی کے بہت نزدیک پہنچ جاتی ہو اور لو دیکھو! تمہیں آگ لگ گئی!"

"نہیں جناب نہیں"، ٹوپنی کے زرد ہونٹوں سے نکلا۔

"یہ میرا فرض ہے کہ میں ایسی باتیں تم پر واضح کردوں" میں نے شفقت سے کہا "یہ مجھ پر لازم ہے کہ تمہیں جتلا دوں کہ باورچی خانے کی دیگیں پھٹتی ہیں، چڑھنے کے زینے پھسل جاتے ہیں۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹتے ہیں مشہور ہو چکے ہیں قصہ مختصر ہمارے ارد گرد ہر ایک رخ پر بیشمار خطرے پوشیدہ ہیں" مسٹر کمنز اور ٹوپنی نے گھبرا

سائنس سے لئے۔

"یہ کہنا مشکل ہوگا" میں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کہ آیا زندگی مکان کے باہر زیادہ اہم آفات پیش کرتی ہے یا مکان کے اندر۔ میرے ساتھ کوچے میں آؤ اور دیکھو کونسی شے تمہاری منتظر ہے۔ میں تمثیلی طور پر گفتگو کر رہا ہوں" میں نے جلدی سے کہا یہ دیکھتے ہوئے کہ کٹ اور ٹوپینی اُٹھ کر کھڑی ہوگئی ہیں۔ "اگر ہم ریل پر چڑھنے کی جرأت کریں ممکن ہے کہ وہ ریل کسی دوسری ریل سے ٹکرا جائے یا پٹڑی سے نیچے اُتر جائے اگر موٹر کو منتخب کریں پھر بھی کون کہہ سکتا ہے کہ یہ دوسری سواریوں سے متصادم نہ ہوگی۔ یا کوئی پہیہ یا پیلین نہ کھولیگی اور اُلٹ نہ جائیگی؟ ـــــ ممکن ہے کہ کوئی فوری جذبہ ہمیں موٹر سے جب کہ وہ حرکت میں ہو اترنے پر مائل کر دے بہت سی جانیں اس طرح ضائع ہوگئی ہیں۔ ممکن ہے اس کے خلاف پیدل چلنے کو ترجیح دیں۔ مگر یوں بھی ہر قدم پر موت

ہماری منتظر ہے۔"

کک اور ٹوبنی کی جانب سے اتفاق رائے کی آواز آئی لیکن پرکنز نے ذرا ترشی سے پوچھا۔

"کس طرح جناب! اس سے کیا مراد ہے؟"

"یہ مراد ہے" میں نے اطمینان سے جواب دیا "کہ ممکن ہے کسی موقع پر میری پیاری پرکنز تمہارے زیر قدم جو فرش ہے اس کے نیچے گیس یا بجلی کا کوئی دھماکا تمہیں ہزاروں دھجیوں کی شکل میں اُڑا دے"

ٹوبنی نے ایک چیخ ماری۔ کک نے اپنا منہ اپنے ہاتھوں میں چھپا لیا۔ اور پرکنز کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اس کے جبڑے جھک گئے۔

"ورنہ" میں نے تیزی سے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا "ممکن ہے کہ تم کسی پُرخطر جنگلے سے سر کے بل زمین کے نشیب میں جا پڑو۔ یا ممکن ہے کہ کوئلوں کے سیڑھے انبار سے نیچے گر کر اپنی گردن توڑا بیٹھو۔ ممکن ہے ایک ٹیلیگراف

کا تار اچانک ٹوٹ جائے اور تمہارے دو ٹکڑے کر دے یا ایک کرین بھاری بوجھ اٹھاتے ہوئے ٹوٹ جائے اور تمہارا کچومر نکال دے" میرے سامعین میں ایک کپکپی سی دوڑ گئی جبکہ میں سانس لینے کے لئے رکا "خیر ہم فرض کرتے ہیں" میں نے مسلسل کہا "کہ تم ان آفات سے بچ کر نکل آئی ہو۔ یعنی جب وقت تم کوچے میں سے گذریں کسی موٹر کے نیچے دب جانے سے یا کسی زینے سے گرنے سے یا کسی دیوانے کتے کے کاٹے جانے سے یا جب کہ تم رات کیوقت گھر کو واپس آ رہی تھی ڈاکوؤں سے قتل ہو جانے سے بچ نکلیں اور کہ تم استراحت کے واسطے تنہا ہو گئی ہو بے شبہ تم ایسی لاپروائی سے سو گئی ہو جیسے کہ بیدار ہوئی تھی۔ تمہیں ایک چھوٹی ضمانت میں تھپکی دیکر سلا دیا گیا ہے۔ کیونکہ اب تازہ حوادث تمہارے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔"

"ہائے پیارے! ہائے آقا" لگ نے چیخ مارتے ہوئے

کہا۔ ٹوپنی نے بیدل ہو کر بچوں کے رونے کی طرح آواز نکالنی شروع کی۔

"مثال کے طور پر" میں نے کہا "رات کیوقت ایک طوفان آئے اور تمہاری جھپنیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور تمہیں کھنڈرات میں دفن کر دے۔ یا تم اپنی نیند سے چونک کر گھر کو آگ میں گھرا ہوا پاؤ۔ اور کوئی خوفناک اور شکست انجام تمہارا منتظر ہو یا بیدار ہوتے ہی کسی نقب زن کو اپنے گلے پر دیکھو یا ممکن ہے کہ گیس چھوٹ جائے اور تم دیکھ بھی نہ سکو۔ اس حالت میں تم مطلق جاگ نہیں سکتیں"

اس اثنا میں ٹوپنی بے اختیار آہیں بھر رہی تھی۔ پرنسز خاموش مگر مٹر کی طرح سبز تھی اس نے ناک سے پھونکیں مارنے کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ اور رک رک کر دبی ہوئی آواز میں "فسناک! فسناک" کہتی تھی "اب میں نے ٹھہرتے ہوئے نرمی سے کہا "کیا میں کافی کہہ چکا ہوں"؟

"پیارے! کافی سے زیادہ میں خیال کرتی ہوں" میری

بیوی نے کہا تھوڑا سا کام باقی تھا۔ چند سادے فقروں میں ان تینوں کانپتی ہوئی عورتوں کے سامنے میں نے بیمہ کرانے کے نظام کی مفصل تشریح کر دی۔ اور ان سے تائید کی قوی امیدیں حاصل کریں۔

جب وہ تینوں چلی گئیں میں اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہوا "دیکھو میں کس قدر سچا تھا" میں نے بیان کیا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر اگلی صبح کو حاضری کے وقت اس نے کہا "پیارے! تمہیں یہ معلوم ہونا مزا دیگا کہ مسز پرکنز اور ٹوپنی چت پڑی ہیں۔"

"چت پڑنے سے تمہاری مراد کیا ہے؟" میں نے پوچھا "جارج! کل تم نے ان کو ایسا ڈرا دیا کہ انہیں حرکت کرنے کی بھی جرات نہیں ہوتی۔ وہ ایک چشم زدن کیلئے بھی نہیں سوئیں۔ وہ ہر ایک آواز پر اپنے جسموں سے بھاگ نکلنے کے لیے تیار ہیں۔ پرکنز مجھے کہتی ہے کہ وہ خوف سے تقریباً مر گئی۔ کیونکہ اس کو نقب زن گھر میں داخل ہونا پسند

لگاتے ہوئے سُنائی دئے۔ وہ نہیں مانیںگی کہ صرف تم ہی خراٹے لے رہے تھے اور گنگ کو یہ وہم ہے کہ اس گھر میں جنّوں کی آمدورفت ہے وہ سب بہت پریشان ہیں جونہی کہ اُنہیں اچھی طرح ہلنے چلنے کا احساس ہوجائیگا وہ یہیں چھوڑ جائینگی۔

"دیوانیاں" میں نے چلاّ کر کہا "اگر یہ پسند کرتی ہیں ان سب کو مرنے دو۔"

"لیکن جارج!" میری بیوی نے کہا "کیا یہ ممکن ہے کہ وہ پسند کریں گی"

"بہرکیف" میں نے کہا "میں نے اُن کے لئے پوری کوشش کی میں تمام ذمہ داری سے دستکش ہوتا ہوں۔"

("انتخاب" لاہور)

لالۂ صحرائی

کنجِ خلوت سے نکل بزم کا شیدائی ہو
شہرِ امکاں کے لئے مایۂ زیبائی ہو
تا بکے گوشۂ عزلت کی یہ خاموش فضا
آ، ادھر شیفتۂ انجمن آرائی ہو
غیر ممکن ہے اس انداز سے تحصیلِ کمال
محفلِ عام میں آ، دشمنِ تنہائی ہو
ربطِ باہم سے دل آویز ہیں اجزائے بہار
ورنہ یہ گلکدہ بیگانۂ رعنائی ہو
رخصتِ ربط نہیں ذوقِ محبت کو پسند
ہم سے روپوش نہ اے لالۂ صحرائی ہو

("نیرنگ خیال"، لاہور)

مشرق

تُو مجاہد ہے نہ کر موت کی پروا مشرق
عزم بیباک سے ہو معرکہ آرا مشرق
نُور پنہاں ہے ازل سے جو ترے سینے میں
ظلمتِ دہر میں کر اُس کو ہویدا مشرق
قصرِ ہستی کی بنا ڈال نئی صورت سے
تیرے دشمن تجھے کہتے ہیں "پرانا مشرق"
جس کی تلچھٹ میں بھی ہو حبِّ وطن کی مستی
اپنے رندوں کو پلا دے وہی صہبا مشرق

دیکھ! وہ پردہ اُٹھا صورتِ آزادی سے
دیدۂ شوق سے ہو محوِ تماشا مشرق
خود گر بینگے تجھے آنکھوں سے گرانے والے
ہم سمجھتے ہیں تجھے آنکھ کا تارا مشرق
سر فروشی کا اُسی مرد کے سر ہے سہرا
جس کے سر میں ہو سمایا ترا سودا مشرق
شب پرستوں کو وہ لاتا نہیں خاطر میں کبھی
جو ہوا تیری سحر گاہ کا شیدا مشرق
یہ لطیفی کی دُعا ہے کہ خدایانِ فرنگ
تیرے در پر ہوں ابھی ناصیہ فرسا مشرق

(رادی" لاہور)

غنچۂ امیدّ

توسنِ افکار کی جولانیاں
ایک دن دکھلائینگی نیرنگیاں
زیب دینگی صفحۂ قرطاس کو
قلزمِ جذبات کی طغیانیاں
زینتِ اوراق ہونگی آخرش
بُلبلِ دل کی نوا پیرائیاں
ورطۂ حیرت میں ڈالینگی تمہیں
خامۂ بیباک کی گلکاریاں
رونقِ بزمِ سخن ہوجائینگی
سب لطیفیؔ کی ترنم ریزیاں

("زراوی" لاہور)

"جارج" اور "سارہ گرین"

انگلستان کے شمال میں "ویسٹ مور لینڈ" پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جو اپنی خوشنما جھیلوں اور دلکش مناظر کے باعث ہزاروں سیاحوں کے دلوں میں سیر کی آرزو پیدا کرتا ہے۔ اس سلسلے کا جو حصہ "لینگ ڈیل پائیکس" کہلاتا ہے اُس کے قدموں کو "گریسمیر" کی خوبصورت سرسبز وادی اور جھیل بوسہ دیتی ہے یہ جھیل جن پہاڑی ندیوں کے پانی سے پرورش پاتی ہے ویسی ہی ایک ندی ایک اور حسین و جمیل وادی میں جا نکلتی ہے جس کا نام "ایزڈیل" ہے اس وادی کا ایک کنارہ "گریسمیر" کے گاؤں سے ملا ہوا ہے اور دوسرے کنارے پر ایک بہت ڈھالو چڑھائی ہے جو ایک پتھریلی خندق کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ یہ خندق بلند پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے اور باہر نکلنے کے لئے کوئی راستہ نہیں سوائے "ایزڈیل" میں ناہموار اترائی کے

اور نیز اُس خطرناک پگڈنڈی کے جو چھ میل تک پیچ و خم کھاتی ہوئی "لینگ ڈیل ہیڈ" کو چلی جاتی ہے۔ اِس سنسان خندق کا نام "فار ایز ڈیل" ہے۔ کسی زمانے میں اس کے بالائی کنارے پر ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ یہ جھونپڑی ایک سپاہی "جارج گرین" اور اُس کی بیوی "سارہ گرین" کی جائے سکونت تھی۔ ۱۸۰۸ء کے موسم زمستان میں یہ دونوں "لینگ ڈیل ہیڈ" کے کسی میلے میں شامل ہونے کے لئے اپنے چھ چھوٹے بچوں کو سب سے بڑی نو سال کی لڑکی "ایگنس" کے سپرد کر کے روانہ ہوئے۔ شام تک طوفان کے آنے کا گمان نہ تھا مگر رات کے شروع ہوتے ہی کہر چھا گیا اور ہوا کے گہرے سانسوں نے طوفان کی آمد کا اعلان کر دیا۔ صبح تک "جارج اور سارہ گرین" واپس نہ آئے۔ شدید برفباری نے اُن کے معصوم بچوں کو محصور ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ اگر ایگنس واپس نہ ہوئی وہ اپنے والدین کا راہ دیکھتی رہی۔ اُس کو معلوم نہ تھا کہ شہر اِن

انتظار میں گذر جائینگے۔ آخر چوتھے دن جب طوفان تھم گیا وہ اکیلی پہاڑی راستہ طے کر کے "گرسمیر" پہنچی اور وہاں کے لوگوں سے اپنے گمشدہ والدین کا پتہ پوچھا۔ صرف اتنا معلوم ہوسکا کہ میلے کے بعد اُنکے بعض دوستوں نے اُنکو مشورہ دیا تھا کہ بہت رات جا چکی ہے اسلئے خطرناک راستے کا خیال ترک کر دیا جائے مگر اُنکے جانیکے بعد کسی کو اُن کا حال معلوم نہ ہوا۔ اس اطلاع پر "گرسمیر" کے لوگوں نے کئی دنوں تک تلاش و جستجو جاری رکھی۔ آخر پہاڑی کتوں کی مدد سے سراغ ملا، "جارج اور سارہ گرین" برف کے نیچے دبے ہوئے پائے گئے جہاں سے اُن کی لاشوں کو نکال کر "گرک ٹاؤن" کے "سینٹ آسولڈز چرچ" میں دفن کیا گیا۔ انگلستان کے نامور شاعر "ولیم ورڈزورتھ" نے جس کی ہمشیرہ "ڈوروتھی ورڈزورتھ" کو "ایگنس" نے اپنی داستانِ غم سنائی تھی اس واقعہ سے متاثر ہو کر ۱۸۰۸ء میں "جارج اور سارہ گرین" کے عنوان سے ایک نظم لکھی تھی۔ ذیل کی نظم اُس نظم کے ایک حصے کا ترجمہ ہے۔ ("لطیفی")

آج یہ پربت درشت و تند ہے جس کی تراش
ڈالتا ہے اِن ہزاروں پر نگاہِ مہرپاش

اور صرصر کی تہوں میں شور ہے خوابیدہ یوں
بحر ہو موجوں کے سو جانے سے جیسے پُرسکوں

ژرف تر تہہ میں مگر رُوحِ سکوت آسودہ ہے
نشۂ خوابِ گراں تر سے خمار آلودہ ہے

جانِ راحت اس نشیمن میں ہے مجبورِ قرار
کھینچ رکھا ہے حدودِ مرگ نے ہر سُو حصار

عافیت دیتا ہے دِل کی جانکنی سے یہ حریم
اِس کی خلوت تک پہنچ سکتے نہیں اندوہ و بیم

حاجتِ نیّر سے مستغنی ہیں اِس کے اہلِ راز
احتیاجِ نجم راہ آموز سے ہیں بے نیاز

(غیر مطبوعہ)

دو رنگیٔ عالم

ایک ہی صدف کے شکم سے دو گوہر حاصل ہوتے ہیں۔ ایک خسروِ عالیجاہ کے تاج کو زینت بخشتا ہے اور دوسرا پیس کر بیماروں کی دوا بنتا ہے۔

ایک ہی شاخ سے دو پھول جھڑتے ہیں۔ ایک نوشہ کے سہرے میں گوندھا جاتا ہے۔ اور دوسرے کو کسی حرماں نصیب کے مزار پر چڑھاتے ہیں۔

کافور کے ایک ہی ٹکڑے سے دو شمعیں بنتی ہیں - ایک محفلِ رقص و سرود میں ضو فشانی کرتی ہے - اور دوسری شہرِ خاموشاں میں بے ثباتیٔ عالم پر آٹھ آٹھ آنسو روتی ہے۔ بحرِ ناپیدا کنار میں ایک مقام سے ایک غوطہ خور بے نیلِ مرام نکلتا ہے - اور دوسرا دامنِ امید بھر کر لاتا ہے۔

ایک ہی چشمے سے پانی کی دو نہریں پھوٹتی ہیں - ایک کھیتوں کو سیراب کرتی ہوئی اپنے کناروں پر بستیاں آباد کرتی ہے اور دوسری ہزاروں بستیوں کو سیلاب سے بہا لیجاتی ہے۔ ایک ہی شہتیر کے دو حصے کئے جاتے - ایک تختِ فغفور کی صورت میں نمودار ہوتا اور دوسرا تختۂ میت بنتا ہے۔ ایک ہی کنوئیں سے پانی کے دو مٹکے بھرے جاتے ہیں - ایک امنگوں بھرے دولہے کے غسلِ عروسی میں صرف ہوتا ہے - اور دوسرے سے کسی جوانمرگ کی لاش کو نہلایا جاتا ہے۔

("راوی" لاہور)

جوشِ مجاہدانہ

اے غازیو! حصارِ مقابل کو سر کرو
صف بندیٔ حریف کو زیر و زبر کرو
آلودہ زنگ سے نہیں خنجر ہوا ابھی
کہہ دو یہ دشمنوں سے کہ ہم سے حذر کرو
مردانگی کی دھاک بٹھا دو غنیم پر
قربانیٔ نفوس سے حاصل ظفر کرو
پوشیدہ ہیں جو خنجرِ خارا شگاف میں
جوہر وہ کارزار میں اب جلوہ گر کرو
لشکر ہیں جن کے ہے علمِ سرکشی بلند
اُن شورہ پشتوں کو تہ تیغ و تبر کرو!

ہلالِ عید

جو نیم جاں ہیں اُنہیں مژدۂ مسیحائی
کہ شکلِ ماہ میں یاقوتِ[1] خام آیا ہے
کنارِ غم کو نہیں چارہ جُز پذیرائی
خروشِ بحرِ طرب کا پیام آیا ہے
جمالِ چہرہ ہے ہر دیدۂ تماشائی
کہ "قوسِ حسن" کا دیدارِ عام آیا ہے

(غیر مطبوعہ)

[1] کنایہ ہے معشوق کے ہونٹھ سے

"فطرت نغمہ زا تنرا زخمہ جہاں نواز ہو"

(غزل)

فطرت نغمہ زا تنرا زخمہ جہاں نواز ہے
میری رگِ حیات بھی تشنۂ اہتزاز ہے

غیرتِ نطق بن گئی ضبطِ خلوص کی نگاہ
اپنی زبانِ خاص میں عشق سخن طراز ہے

منتِ گوش سے سبک جنبشِ لب سے بے نیاز
ایک صدائے بے صدا پردہ کشائے راز ہے

زلف و جبیں کی کشمکش اہلِ چمن سے کہہ گئی
صبح بہار کے لئے شرطِ شبِ دراز ہے

رخشِ خیالِ یار چل دورِ سکوں گذر چکا
دامنِ رہگذارِ دل سائلِ ترکتاز ہے

مشغلِ تیغ زدہ کو کر گرمِ لطیفیِ خموش
کب سے جمودِ انجمن منتظرِ گداز ہے

(غیر مطبوعہ)

ساون

اقتباس از "انیس" مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۲۶ء۔

"جناب شیخ محمد حسن صاحب لطیفی کے شاعرانہ جذبات کا یہ تیسرا مرقع ہے جو صفحاتِ "انیس" پر رونما کیا جاتا ہے اس سے قبل آپ کی دو نظمیں "آغاز وصال" اور "تارے" شائع ہو چکی ہیں۔ آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے درجہ بالغ العلوم میں تعلیم پاتے ہیں اور ہمارے شہر کے ایک معزز خاندان کے قابل فخر اور ہونہار رکن ہیں۔ آپ کا مذاقِ شاعری نہایت شستہ واقعہ ہوا ہے اور کلام میں فطری رنگ بوجہ اتم موجود ہے۔ امید ہے کہ جناب لطیفی اپنے کلام بلاغت التیام سے ناظرین "انیس" کی ضیافتِ طبع کا سامان بہم پہنچانے میں برابر حصہ لیتے رہینگے"۔

"ایڈیٹر"

دامانِ فلک کی وسعت میں گھنگھور گھٹائیں چھائی ہیں
بادِ وحشی ہوا پر حوروں نے بیباک لٹیں لہرائی ہیں

رقصاں ہیں کی چہروں کے پرے گلزار ہیں کن ارمانوں سے
چھایا ہے سماں موسیقی کا ہر سمت ملار کی تانوں سے

کس طرح جمی جاتی ہے نظر اُف سبزۂ نو کے جوبن پر
دریائے زمرّد کا دھوکا ہوتا ہے زمیں کے دامن پر

سرسبز درختوں پر کوئل کس درد سے کوکو کرتی ہے
برسات کی رُت میں دکھیاری بہروپ نرالے بھرتی ہے

طاؤس غزال اور کبک دری سب وجد میں آنے جاتے ہیں
آزاد طبیعت چہرہ ہے عشرت کے ترانے گاتے ہیں

جنگل میں چمن میں صحرا میں عالم ہے لطیفی مستی کا
فطرت نے وہ جادو پھونکا ہے کچھ ہوش نہیں ہے ہستی کا

(" انیس " لودھیانہ)

" فاش رخ سے راز پنہاں ہو گیا "

(غزل)

فاش رخ سے راز پنہاں ہو گیا
نفس کا غماز عنواں ہو گیا

دیکھ کر فیاضیِ دستِ جنوں
اَور بھی بالیدہ داماں ہوگیا

اب کھنچیگا خوب غربت کا سماں
موقلم خارِ مغیلاں ہوگیا

رنگ لائی سخت کی برگشتگی
داغِ ناکامی نمایاں ہوگیا

بس بلائیں یاس نے اُمّید کی
آرزو پر رنجِ قرباں ہوگیا

داد زخموں کی لطیفی مل گئی
اہتمامِ صد نمکداں ہوگیا

(" انیس " لودھیانہ

نغمۂ انتظار

کسی پائے ناز کا ہو جو فریب خوردہ سائل
روشِ خرام گاہ میں وہ امیدوار ہوں میں
بسبیلِ پیشوائی جو بچھائے دیدہ و دل
وہ نیاز کیش ہوں میں وہ وفا شعار ہوں میں
یونہی نغمہ بار ہوں میں
عجب انتظار ہوں میں

جو ہجومِ شوق سے ہو نہ کسی طرح بھی یکسو
وہی اضطراب ہوں میں وہی اضطرار ہوں میں
کسی دردِ جانگسل سے جو بدل رہا ہو پہلو
وہی ناصبور ہوں میں وہی بے قرار ہوں میں
یونہی نغمہ بار ہوں میں
عجب انتظار ہوں میں

ہمہ تن خلش بنا دے جسے تلخیِ خلیدن
کسی نیشِ نیمکش کا وہی نوشگار ہوں میں
ہمہ تن تڑپ بنا دے جسے لذتِ تپیدن
وہی دل شکستہ ہوں میں وہی دلفگار ہوں میں
یونہی نغمہ بار ہوں میں
عجب انتظار ہوں میں

نمودِ شب

(ماخوذ از آر۔ ایل سٹیونسن)

سنہ ۱۴۲۵ء کا عالم تھا۔ موسم یکلخت تبدیل ہوگیا تھا۔ ایک تیز، شوریدہ سر، نم سے لبریز ہوا شہر کے گرد گھومی اور پژمردہ پتے گلی کوچوں میں بکھر گئے۔ کہیں کہیں ایک کھڑکی پہلے ہی سے روشن کردی گئی تھی۔ اندر طعامِ شبینہ پر رنگ رلیاں مناتے ہوئے فوجی آدمیوں کا شور رہ رہ کر بلند ہوتا تھا اور ہوا میں جذب ہوکر دور پہنچ جاتا تھا۔ یکایک رات طاری ہوگئی۔ اوجِ بام پر انگلستان کا لہراتا ہوا پرچم اڑتے ہوئے بادلوں کے مقابلے میں ہر لحظہ زیادہ مدھم اور دھندلا پڑتا گیا۔ آخر آسمان کے تند اور مہیب آشوب میں طائرِ ابابیل کی مانند ایک سیاہ داغ بنکر رہگیا۔ رات کے نازل ہوتے ہی ہوا نے صعود کیا اور محرابدار گذرگاہوں میں سائیں سائیں کرنے اور نگری کے نیچے وادی میں درختوں کی چوٹیوں کے درمیان شور مچانے لگی *

(غیر مطبوعہ)

بیداری

پیام آفتاب آیا ہے عنوانِ سحر بنکر
اُٹھو اے سونیوالو مستیٔ خوابِ گراں کب تک
سُبک رفتار قومیں مدّتوں سے جادہ پیما ہیں
رہیگا نا شناسِ رہ ہمارا کارواں کب تک

حیاتِ جاوداں پیدا ہوئی ہے جسکے سائے سے
کدھر ہے وہ جوانمردی کہاں ہے وہ گراں جانی؟
ہزاروں شمر اور نمرود ہیں اب بھی حریف اپنے
مگر نایاب کیوں ہے شیوۂ ایثار و قربانی؟

کچھ ایسی لا یحیٔں ثابت ہوئی "خنجر فراموشی"
بہار آئی نہ تھی گویا کبھی اپنے گلستاں میں
اگر اب بھی شہادت گاہ کو ہم خون سے سینچیں
تو ہو سکتا ہے ویسا ہی چمن پیدا بیاباں میں

نکل آؤ بس اب اے غازیو صحرائے خونیں میں
کرو بپلائے تیغ کارزاری کی حنا بندی
خدا کی راہ میں شبیّر آسا سر کٹا ڈالو
کرو دنیا میں آئینِ وفاداری کی پابندی

تڑپ کر التہابِ شعلۂ جوّالہ کی صورت
گرو اور خرمنِ دشمن جلا کر خاک کر ڈالو
زبانِ تیغِ حق سے صبح کا پیغام پہنچا کر
شبِ تاریک باطل کا گریباں چاک کر ڈالو

روزنامہ "انقلاب" لاہور

"سینے میں چھپنے والے سے"

ہائے کیسی سادگی سے ہے تُو ردپوشِ پناہ
ناشناسِ عافیت ہے تیری آغوشِ پناہ
نگاہ نخچیرِ خدنگِ ترکشِ لیلا ہے تُو
نگاہ آماجِ نگاہِ دیدۂ عذرا ہے تُو
ہر شگافِ زخم میں تیرے ہے اک سوفارِ عشق
تیرا تن ہے سُفتۂ صد تیر اے افگارِ عشق!

تو نگارستانِ رنگیں ہیں ہے ارژنگِ بہار
تیرے زخموں کا لہو ہے مایۂ رنگِ بہار
تیری ہی امواجِ احمر ہیں شرائیں میں رواں
تیری ہی عنّاب گوں لہریں رگوں میں ہیں رواں
انجلائے تن سے ہے تو رشکِ مینائے بلور
غیرتِ افشردۂ رز ہے ترا خونِ طہور
کاسۂ دریوزہ ہے تیرے مقابل جامِ جم
ننگِ آشامیدنِ مے ہے مئے گلفامِ جم
(غیر مطبوعہ)

تارے

اندھیری رات میں تاروں کے جھرمٹ جب چمکتے ہیں
ہزاروں زرنگار آنچل تصور میں جھلکتے ہیں
شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں فردوسِ تخیل میں
شمیمِ جوش و رفعت سے دماغ و دل مہکتے ہیں
فراوانی عطا ہوتی ہے صہبائے تمنا کو
بساطِ پردۂ دل پر بہت ساغر چھلکتے ہیں
جگر کے داغ ہو جاتے ہیں یکسر اس طرح روشن
کہ انگیٹھی میں انگارے کبھی جیسے دہکتے ہیں
رگ و ریشے میں بجلی سی یکایک دوڑ جاتی ہے
نکلتی ہے لبوں سے آہ دست و پا پھڑکتے ہیں
مری حالت یونہی تبدیل ہو جاتی ہے دم بھر میں
لطیفی کس قدر تاثیر ہے قدرت کے منظر میں

("انیس"، لودھیانہ)

آوارۂ طوفاں کو سنورنا نہیں آتا

(غزل)

آوارۂ طوفاں کو سنورنا نہیں آتا
ڈوبی ہوئی کشتی کو ابھرنا نہیں آتا

ہر گام پہ ہوتا ہے گماں حدِ عدم کا
شاید مجھے دنیا سے گزرنا نہیں آتا

میرے دلِ مجروح کی چوٹوں کے مقابل
گلزار کے پھولوں کو بکھرنا نہیں آتا

اے عشق جو خوگر نہ ہو تسلیم و رضا کا
اس کو تری آغوش میں مرنا نہیں آتا

جوشِ مئے انگور کی مانند ابھر کر
موجِ یمِ الفت کو اترنا نہیں آتا

سر رشتۂ امید کی بندش میں لطیفی
شیرازۂ ہستی کو بکھرنا نہیں آتا

قوّتِ الفاظ

(ماخوذ از" ایڈگرایلن پو")

آئیناس — اے اگینھاس! جاودانی سے نئی نئی بہرہ ور ہونیوالی روح کی لغزش معاف کر دے!

اگینھاس — میرے آئیناس تو نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس کے لئے معافی طلب کی جائے۔ علم یہاں بھی کوئی الہامی شے نہیں ہے۔ دانائی فرشتوں سے آزادانہ طلب کرنا کہ عطا کی جائے!

آئیناس — مگر اس زندگی میں میں نے آرزو کی کہ یکلخت جملہ اشیا سے آگاہ ہوجاؤں اور اِس طرح تمام سے آشنا ہوجانے پر یکلخت خوش ہوجاؤں۔

اگینھاس — آہ علم میں خوشی نہیں بلکہ علم کی تحصیل میں مسلسل علم حاصل کرتے رہنے میں ہم

دائمی طور پر برکت سے مشرف ہوتے ہیں
لیکن تمام علم حاصل کر لینا تو ایک ابلیسی
لعنت ہے +

آئیناس مگر کیا بلند ترین تمام کو نہیں جانتا ؟

اگینتھاس وہ (چونکہ اُس کی ذات خوش ترین ہے)
اس کے لئے بھی کم از کم ایک غیر معلوم شئے
ہونی چاہیئے +

آئیناس مگر چونکہ بہ لمحہ ہمارے علم میں اضافہ ہوتا
ہے کیا پایان کار تمام اشیاء معلوم ہو کر
نہ رہینگی ؟

اگینتھاس عمیق فضاؤں کی سمت نیچے دیکھو ! ——
نگاہ کو ستاروں کے بسیار مناظر کی طرف
جھکانے کی کوشش کر جبکہ ہم یوں ——
اور یوں —— اور یوں —— آہستہ
آہستہ ان میں سے گزرتے جاتے ہیں ! کیا
روحانی بینائی بھی ہر جانب سے کائنات

اُن ——————— کی زرّین دیواروں

صدہزار اجرام درخشاں کی فصیلوں سے

گھری ہوئی نہیں ہے جنہیں محض کثرت

وحدت میں پیوست کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

آبیناس میں بخوبی محسوس کرتا ہوں کہ مادّہ کی بے

پایانی کوئی خواب نہیں +

اگبتھاس عدن میں خواب نہیں ہیں لیکن یہاں یہ ڈبی

زبان سے کہا جاتا ہے کہ مادّہ کی اِس

بے پایانی کی تنہا غرض بے پایاں چشمے

مہیّا کرنا ہے جہاں روح علم کی پیاس کم

کرے جوکہ اس میں کبھی بھی بجھ نہیں سکتی

کیونکہ اس پیاس کو بجھانا روح کی خودی

کو مٹانا ہوگا۔ بس میرے آبیناس

مجھ سے بے خوف و تکلف سوال پوچھ۔

آ! ہم "خوشۂ پروین" کی شوخ موسیقی

کو بائیں طرف چھوڑ دینگے اور تخت سے باہر

"نسر طائر" کے پارستاروں بھری چراگاہوں
میں جھپٹ پڑینگے جہاں سوسن فرفیر اور بنفشے
کے بچھولوں کے لئے سرچپڈا اور سرمہ رنگ
شموس کی کیاریاں ہیں +

آیئناس — اور اب اگینتھاس جس قدر ہم بڑھتے
جائیں مجھے تعلیم دیتا جا ! میرے ساتھ دنیا
کے مانوس لہجوں میں گفتگو کر ! میں نہیں
سمجھتا جو کچھ تو نے مجھے اس وقت اس
شئے کے اشکال یا اسالیب کی نسبت
بتلایا ہے جس کو ہم حیات فانی کے دوران
میں "آفرینش" کہنے کے خوگر تھے - کیا
تیرا یہ مطلب ہے کہ خالق خدا نہیں ؟

اگینتھاس — میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ پر میشور
تخلیق نہیں کرتا +

آیئناس — تشریح کر !

اگینتھاس — آغاز میں فقط اُس نے تخلیق کی مخلوق نا

ہستیاں جو کائنات کے ایک
کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک

یوں لگاتار عالم ظہور میں آرہی ہیں خدا
کی تخلیقی قوت کے بلا توسط یا براہِ راست
نہیں محض درمیانی اور بالواسطہ نتائج
خیال کی جاسکتی ہیں +

آبیناس میرے اگینتھاس لوگوں میں یہ رائے
انتہا درجے کی ملحدانہ تصور کیجائیگی +

اگینتھاس میرے آبیناس فرشتوں میں یہ بدیہی
حقیقت تسلیم کی گئی ہے +

آبیناس میں یہاں تک تیرا مطلب سمجھ سکتا
ہوں ـــــــ کہ اُس کے بجھ
تاثرات جس کو ہم "نیچر" کہتے ہیں
یا فطرتی قوانین خاص قیود کے ماتحت
اُس شے کو پیدا کرینگے جو
خلقت کی تمام ظاہری شکل رکھتی

ہے ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دنیا کی آخری تباہی سے تھوڑی مدت پہلے وہاں بہت بہت کامیاب تجربے کئے گئے تھے جن میں بعض ماہرین فلسفہ کرمان کی تخلیق کو نامزد کرنے کے لئے کافی کمزور تھے ۔

اگیتھاس جن مثالوں کا تو ذکر کرتا ہے وہ در اصل ثانوی آفرینش کی مثالیں تھیں اور آفرینش کی تنہا نوع کی جو کہ اس وقت سے موجود ہے جبکہ پہلا لفظ پہلی قانون آفرینی کے لئے گویا ہوا تھا ۔

ایئناس کیا ستاروں کی یہ دنیائیں جو کہ عدم کے بطن عمیق سے نکل کر ہر لمحہ آسمان میں نمودار ہوتی ہیں ــــ اے اگیتھاس کیا یہ ستارے "بادشاہ" کی براہ راست کاریگری نہیں ؟

اگینھاس میرے آئیناس مجھے کوشش کرنے دے کہ اُس
خیال کی جانب قدم بہ قدم تیری رہنمائی
کروں جس کا میں نے منصوبہ باندھا ہے۔ تو
خوب جانتا ہے کہ جس طرح کوئی خیال
ضائع نہیں ہو سکتا ویسے ہی کوئی عمل
بے پایاں نتیجے کے بغیر نہیں ہوتا۔ مثال
کے طور پر جب ہم ارض پر رہنے والے
تھے ہم اپنے ہاتھوں کو حرکت دیا کرتے
تھے اور ایسا کرنے سے ہم اُس ہوا
کو جنبش دیتے تھے جو کہ اس زمین پر محیط
تھی۔ یہ جنبش غیر متعین طور پر پھیل
جاتی تھی۔ یہاں تک کہ زمین کی ہوا
کے ہر ذرّے کو ایک تیز چوٹ پہنچاتی
تھی جو کہ اُس وقت سے ہمیشہ کے
لئے ہاتھ کے ایک دفعہ ہلنے سے اُکسا دی
جاتی تھی۔ یہ حقیقت ہمارے کرۂ ارض

کے ماہرین ریاضی بخوبی جانتے تھے اُنہوں
نے واقعی خاص امور انجام دیئے اور
دفعتہً پہچائی ہوئی خاص تحریکوں سے
سیّال مادّہ میں درست تخمینے کا مضمون
نکالا۔ پس اس امر کا تعین آسان ہو گیا
کہ کس خاص وقت میں ایک مقرر مقدار
کی تیز تحریک کرہ پر محیط ہو جائیگی اور
احاطہ کرنیوالی ہوا کے ہر جزلاینتجزا پر
ہمیشہ کے لیئے اثر کریگی۔ توجیہات بالعکس
کے ذریعے اُنہوں نے مخصوص ماحول
کے ماتحت ایک ابتدائی تحریک کی قدر
جانچنے میں کوئی دشواری نہ پائی۔ وہ
ریاضی دان جنہوں نے مشاہدہ کیا کہ
ایک دی ہوئی تحریک کے نتائج بالکل
بے پایاں ہیں اور جنہوں نے دیکھا کہ
اِن نتائج کا ایک حصہ جبر و مقابلہ کی

تحلیل کے ذریعے صحت کے ساتھ
سراغ کے قابل ہے پھر جنہوں
نے حرکت معکوس کی سہولیت کا بھی
معائنہ کیا اُنہوں نے بیک وقت یہ
بھی دیکھا کہ تحلیل کی یہ صنف اپنے اندر
خود غیر متعین ترقی کی صلاحیت رکھتی
تھی یعنی سوائے اُس شخص کے ذہن
میں جس نے اس کو ترقی دی تھی یا استعمال
کیا تھا اسکی ترقی اور استعمال کی کوئی حد بھی خیال
میں نہیں آسکتی تھیں۔ لیکن اس
نقطہ پر ہمارے ریاضی دان ٹھہر گئے "

آیئیناس: مگر اگینتھاس وہ کیوں آگے بڑھے ہوتے؟

اگینتھاس: اس لئے کہ آگے کچھ گہرے نفع والی
غور کی باتیں تھیں۔ جو کچھ وہ جانتے
تھے اُس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا
تھا کہ وقت کے کسی انتہائی بعید

حصّے میں ہوا اور ہوا کے ایتھر کو
پہنچائی ہوئی ہر تیز تحریک کا دُور ترین
نتائج تک پتہ لگانے میں ایک بے
پایاں سمجھ والی ہستی کے لیئے (وہ
کہ جس پر جبر و مقابلہ کی تحلیل بالکمال
منکشف ہو چکا تھا) کوئی بھی دشواری
نہ تھی۔ بے شک یہ نتیجہ نکالا جا سکتا
ہے کہ ہوا کو پہنچائی ہوئی ہر ایسی تحریک
کو پایانِ کار ہر منفرد شئے پر جو کائنات
کے اندر موجود ہے اثر کرنا چاہیئے۔
اور بے پایاں سمجھ والی ہستی (وہ
ہستی جس کو ہم تخیل میں لائے ہیں)
شاید تحریک کی بعید لہروں کا پتہ
لگائے۔ تمام مادہ کے جملہ اجزا پر
اُن کے تاثرات میں اُن کا سُراغ
معلوم کرے ہمیشہ پُرانی اشکال کی

اصلاح شدہ حالتوں کے دوران میں
دیا بہ الفاظ دیگر نئی اشکال کی تخلیق کے
دوران میں) بالائی جانب اور آگے کی
طرف یہاں تک کہ وہ انہیں سرِ الوہیت
کی طرف سے (آخر ناقابل تر) واپس منعکس
ہائے۔ اور نہ محض ایک ایسی ہستی یہ
کر سکتی تھی مگر کسی زمانے میں بشرطیکہ
ایک مقرر نتیجہ اُس کے لئے مہیا کیا گیا
ہو۔ مثال کے طور پر اگر ان بے شمار
دُمدار ستاروں میں سے کوئی ایک اُس
کے معائنہ کے لئے پیش کیا جاتا تو اُس
کو تحلیلی حرکت معکوس کے ذریعے یہ
تعیین کرنے میں کوئی بھی دشواری
نہ ہو سکتی تھی کہ یہ کس ابتدائی تحریک
کے سبب سے تھا۔ حرکت معکوس کی
یہ قوت اپنی مطلق تمامی اور کمال میں

(تمام زمانوں میں تمام نتائج کو تمام علل
کی طرف منسوب کرنے کا یہ مادہ) بیشک
فقط خدا ہی کا استحقاق ہے۔ لیکن
مطلق تمامی سے قاصر درجے کی ہر نوع
میں قوت خود "ملکوتی عقول" کے
سارے انبوہ سے صادر ہوتی ہے +

آبئیناس — مگر تو فقط اُن تحریکوں کا ذکر کرتا ہے جو
ہوا پر ہوتی ہیں +

اگبنھاس — ہوا کے متعلق گفتگو کرنے میں میں نے
صرف زمین کی جانب اشارہ کیا تھا:
مگر عام مقدمہ اُن تحریکوں کا حوالہ رکھتا
ہے جو ایتھر پر ہوتی ہیں — یہ ایتھر
پھیلنے اور تمام فضا میں تنہا پھیلنے
کی وجہ سے تخلیق کا ذریعہ اعظم ہے +

آبئیناس — گویا ہر حرکت خواہ وہ کسی قسم کی ہو
تخلیق کی موجب ہوتی ہے ؟

اگینتھاس — اُس کو ہونا چاہیئے ۔ مگر ایک سچّے فلسفہ
مدّتوں سے یہ درس دے چکا ہے
کہ ہر حرکت کا منبع خیال ہے اور ہر
خیال کا منبع ——————

آیَناس — خدا ہے ۔

اگینتھاس — آیَناس میں نے تجھ سے خوبصورت
"ارض" کی نسبت جو کہ تھوڑے
دن ہوئے برباد ہو گئی ــ اُن تحریکوں
کی نسبت جو ارض کی ہوا پر تھیں)
اِس طرح گفتگو کی جیسے ایک بچّے کے
ساتھ ۔

آیَناس — ہاں تُو نے کی ۔

اگینتھاس — اور جس اثناء میں میں نے اِس طرح
گفتگو کی کیا تیرے ذہن میں الفاظ
کی مادّی قوّت کا کوئی خیال نہیں آیا؟
کیا ہر لفظ ہوا پر ایک تحریک نہیں ہے؟

آیناس مگر اگینھاس تو روتا کیوں ہے؟ کیوں
آہ کیوں! تیرے پر پژمردہ ہو ہو کر
جھکے جا رہے ہیں جس قدر ہم اس
خوبصورت ستارے کے اوپر منڈلاتے
جا رہے ہیں جو کہ اُن تمام ستاروں
سے جو ہماری پرواز کے دوران ہیں
آئے ہیں زیادہ سبز اور یا یں ہمہ زیادہ
خوفناک ہے؟ اس کے چمکتے ہوئے
پھول ایک طلسمی خواب معلوم ہوتے
ہیں لیکن اس کے آتش فشاں پہاڑ
ایک پر آشوب قلب کے جذبات کی
مانند ہیں +

اگینھاس وہ ہیں! وہ ہیں! یہ جنوں پاش
ستارہ اس وقت تین صدیوں سے
جڑے ہوئے ہاتھوں اور آنسو بہاتی
ہوئی آنکھوں کے سامنے میرے معشوق

کے قدموں میں پڑا ہے۔ یہی چند ہیجان خیز جملے بول کر اس کو وجود میں لایا تھا۔ اس کے گلہائے رخشاں تمام بے تعبیر خوابوں سے زیادہ پیارے ہیں اور اس کے ہنگامہ پرور آتش فشاں پہاڑ سب سے زیادہ پرخروش اور لبریز دل کے جذبات ہیں +

(غیر مطبوعہ)